قبہ وقبور پر اسلامی نقطۂ نظر سے بحث اور نجدی افعال کی مذہبی روشنی میں تحقیق

نام نہاد علمائے مدینہ کی تحریر پر مفصل تبصرہ یعنی

البیت المعمور فی عمارة القبور

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

(آخری قسط)

اب بعض تصریحات علماء کے خاص اس قبۂ محترمہ کی عظمت واحترام کے متعلق ملاحظہ ہوں۔

{قبۂ اہلبیتؑ کے متعلق علماء کے خیالات}

(۱) علامہ ابن حجر عسقلانی صواعق محرقہ میں امام جعفر صادقؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

دفن فی القبة المذکورة فیالهم من قبة ماا کرمها وابرکها واشرفها۔

حضرت اسی قبہ میں جس میں امام محمد باقرؑ دفن تھے دفن ہوئے کیا کہنا اس قبہ کا کتنا محترم وبزرگ مرتبہ ومتبرک وباشرف یہ قبہ ہے۔

(۲) محدث محمد خواجہ پارسا بخاری جن کا نام اسلامی دنیا میں کسی تعارف کا محتاج نہیں وہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں بذیل تذکرۂ امام زین العابدینؑ تحریر کرتے ہیں:

توفی بالمدینة سنة خمس وتسعین وعمره سبع وخمسون سنة ودفن فی القبة التی فیها العباس وعمّه الحسن ثم دفن فیها ابنه محمد الباقر وابنه جعفر الصادق رضی اللّٰہ عنهم فللّٰه دره من قبة ماا کرمها واشرفها۔

(۳) فصول مہمہ علامہ ابن الصباغ المالکی میں ہے:

مات جعفر الصادق بن محمد سنة ثمان واربعین ومائة فی شوال وله من العمر ثمان وستون سنة یقال انّه مات بالسم فی ایام المنصور ودفن بالبقیع فی القبر الذی دفن فیه ابوه وجدّه وعم جدّه فللّٰه درّه من قبر ماا کرمه واشرفه۔

(۴) اخبار الدول وآثار الاول ابوالعباس احمد بن یوسف دمشقی میں بذیل تذکرۂ امام جعفر صادقؑ ہے:

توفی فی سنة ثمان واربعین ومأة وله من العمر ثمان وستون سنة وقبل انّه مات مسموماً فی زمن المنصور ودفن بالبقیع فی القبر الذی دفن فیه ابوه وجده وعم جدّه فللّٰه دره من قبر ماا کرمه واشرفه۔

(۵) شیخ محمد کمال الدین بن طلحہ شافعی مطالب السؤل میں امام جعفر صادقؑ کے حال میں لکھتے ہیں:

وقبره فی المدینة البقیع وهو القبر الذی فیه ابوه الباقر وجده زین العابدین وعم جدّه الحسن بن علی فللّٰه دره من قبر ماا کرمه واشرفه واعلی قدره

عند اللہ تعالیٰ۔

(۶) مولانا سید صدرالدین احمد بوہاری کتاب روائح المصطفیٰ میں رقم طراز ہیں:

''باید دانست که در جنة البقیع قبه است مشهور بقبۂ عباس که دران قبه قبر عباس عم نبی صلی اللہ علیه وسلم وبقولی فاطمه بنت رسول صلی اللہ علیه وسلم وبقولی فاطمه بنت اسد مادر امیرالمومنین علی وحسن ابن علی وامام زین العابدین وامام محمد باقر وامام جعفر صادق مدفون انه لله دره من قبر مااکرمه واشرفه واعلی قدره عند اللہ تعالیٰ۔

ناظرین! یہ عبارتیں علماء کی پیش نظر ہیں جن میں باختلاف عبارات اس قبۂ اہلبیت کو متبرک اور محترم اور بزرگ اور بلند مرتبہ اور شریف کہا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قبہ کی بنا حرام ہے اور اس کا انہدام واجب ہے سمجھنے کی بات ہے کہ ایک بنائے حرام واجب الہدم کا ان الفاظ میں تذکرہ علماء کی زبانوں پر زیبا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں معلوم ہوا کہ یہ حضرات قبہ کو واجب الہدم نہ سمجھتے تھے بلکہ محترم ومعزز سمجھتے تھے اور افسوس وہی قبہ جس کی شرف وبزرگی وعظمت پر علماء متفق ہوں اس کو ابن سعود نے مٹا دیا اور مندرس کر دیا۔

{قبر امام مالک}

اسی جنۃ البقیع میں امام مالک کی بھی قبر ہے اور وہ زیارت گاہ عالم تھے اور علمائے اہل اسلام ہمیشہ اس کو قابل احترام سمجھتے رہے چنانچہ مولوی صدیق حسن خان قنوجی اتحاف النبلائین بذیل تذکرۂ امام مالک لکھتے ہیں:

''ابن الفرات در تاریخ خود گفته توفی العشر مضین من ربیع الاول وولادت در سنه نود بود یا نود وپنج وسمعانی گفته نود وسه یا نود وچهار در بقیع مدینه مدفون شدند محرر سطور چون ۱۲۸۲ھ بحضور مدینۂ طیبه شرف اندوز گردید برمزار مبارک ایشان که که درون گنبد رفیع است رسیده دعائے ماثور وفاتحه بخواند وللہ الحمد ابومحمد جعفر ابن احمد بن الحسین السراج در مرثیۂ ایشان گفته وگوهر شاهوار معانی در رشته نظم سفته:

سقی جدثا ضم البقیع لمالک

من المزن مرعاد السحائب مبراق''

قابل لحاظ یہ امر ہے کہ نواب صدیق حسن خان خود مذہب وہابیت سے حسن ظن رکھنے والے اور مائل اس کی جانب تھے جس کا پتہ ان کے تصانیف بھی دیتے ہیں باوجود اس کے وہ خود اس قبر کو قابل زیارت سمجھتے تھے اور خود تصریح کی کہ میں اس مزار مبارک پر کہ جو بہت بلند ایک گنبد کے نیچے تھا حاضر ہوا اور دعائے ماثور وفاتحہ پڑھا۔

اس بیان مختصر سے ثابت ہوا کہ نجدیوں نے مقابر کے گرانے سے کن کن بزرگان دین کی توہین کی ہے۔

{فتویٰ علمائے مدینہ اور اس کی رد}

عنوان کلام میں ہم نے اجمالی فہرست اس فتوے کے مطالب کی نذر ناظرین کی تھی اس مقام پر اصل فتوے کی عبارت رسالۂ حبل المتین کلکتہ سے اور اس کا ترجمہ اخبار زمیندار سے نقل کیا جاتا ہے:

{استفتا/سوال}

ما قول علماء المدینة المنورة زادهم اللّٰہ فهما وعلما فی البناء علی القبور واتخاذها مساجد هل هو جائز ام الا واذا کان غیر جائز بل ممنوع عنه فهیا شدید افهل یجب هدمها ومنع الصلوٰة عندها ام لا واذا کان البناء فی مسبلّة کالبقیع[۱] وهو مانع من الانتفاع بالمقدار المبنی علیه فهل هو غصب یجب رفعه لما فیه من ظلم المستحقین ومنعهم استحقاقهم ام لا؟ وما یفعله الجهال عند هذه الضرائح من التمسح بها ودعائها مع اللّٰہ والتقرب بالذبح والنذر لها وایقاد السراج علیها هل هو جائز ام لا؟ وما یفعله عند حجرة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم من التوجه الیها عندالدّعاء وغیره والطواف بها وتقبیلها والتمسح بها وکذلک مایفعل فی المسجد الشریف من الترحیم والتذکیر بین الاذان والاقامة وقبل الفجر ویوم الجمعة هل هوا مشروع ام لا؟ افتونا ماجورین وبینوا الینا الادلة المستند الیها لا زلتم ملجاء للمستفیدین۔

ترجمۂ استفتاء

علمائے مدینۂ منورہ زادہم اللہ فہما وعلما قبروں پر

---

[۱] اس سوال میں سخت غلط فہمی پیدا کرنا چاہی ہے کہ جنت البقیع وقف مسبّل اور عام ہے اور جو عمارات اس کے اندر ہیں وہ مستحقین کو ان کے حقوق سے مانع ہیں لہٰذا ان کا گرانا واجب ہے اور اس بنا پر امام شافعی کی کتاب الام کی عبارت بھی اس مقام پر منطبق ہوجائے گی کیونکہ انھوں نے فرمایا ہے کہ اگر عمارت قبر کسی وقف عام جگہ میں ہو تو اس کو گرایا جاسکتا ہے لیکن اگر تتبع کیا جائے تو یہ صرف جہالت یا مغالطہ ہے جنت البقیع میں جو عمارات ہیں وہ کسی وقف عام جگہ پر نہ تھے بلکہ تمام مملوکات تھے افسوس ہے کہ یہ سب خیالات کتب علمائے اسلام سے چشم پوشی اور ناحق کوشی کا نتیجہ ہیں۔ وفاء الوفاء میں ہے کہ حضرت ابراہیم بن النبیؐ کی قبر اس گھر میں تھی کہ جو بعد میں ملکیت محمد بن زید بن علی کی طرف منتقل ہوا۔ (اصل عبارت سابقاً گذر چکی) اور اسی قبر کے پاس عثمان بن مظعون کی قبر بھی تھی اور یہیں عبدالرحمن بن عوف کی بھی قبر تھی یہ تمام قبریں ایک ہی قبہ کے اندر تھیں ماننا پڑے گا کہ یہ قبہ مملوک جگہ پر تھا اور وقف مسبّل میں نہ تھا اس کے بعد ازواج رسولؐ کا قبہ یہ ملکیت حضرت عقیل بن ابوطالب تھا چنانچہ اسی وفاء الوفاء کی عبارت جو سابقاً گذر چکی ہے اس میں مذکور ہے کہ جب عقیل بن ابوطالب اپنے گھر میں کنواں کھودنے لگے تو ایک پتھر پر لکھا ہوا ملا قبر ام حبیبۃ بنت صخر بن حرب۔ عقیل نے کنواں پٹوا کے اس کے اوپر ایک عمارت بنوادی اس کے بعد سے اور ازواج رسول اسی قبر کے پاس دفن ہوئیں اور حضرت عائشہ نے یہیں دفن کی وصیت کی معلوم ہوا کہ قبۂ ازواج رسول عقیل کی مملوک جگہ پر تھا اب رہ گیا قبۂ ائمہ اہلبیت علیہم السلام تو سابق کی عبارتوں سے یہ معلوم ہوچکا ہے کہ یہی عباس بن عبدالمطلب کا قبہ تھا اور قبر عباس کے متعلق جذب القلوب الی دیار المحبوب مصنفۂ محدث دہلوی میں ہے کہ یہ زاویۂ دار عقیل میں تھی چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ''عباس بن عبدالمطلب را نیز نزدیک قبۂ فاطمہ بنت اسد بن ہاشم در اول مقابر بنی ہاشم کہ در زاویۂ دار عقیل است دفن کردند۔'' معلوم ہوا کہ یہ قبہ بھی مملوک زمین پر تھا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تصریحات اس امر کو بتلاتے ہیں کہ یہ قبّے مملوک مقامات پر تھے نہ کسی مسبل اور عام جگہ پر لہٰذا جو دعوے مسبّل اور عام ہونے کا کرے اس کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے اور ثبوت اس کا کتب سے کوئی ملتا نہیں۔ علمائے سلف وخلف کا عصر بعد عصر وزمانہ بعد زمانہ ان قبور کے گرانے کا حکم نہ دینا بتلاتا ہے کہ ان کی نظر میں ان قبوں کے بقا میں کوئی محذور شرعی نہ تھا اور تمام مسلمانوں کا ان کی بقا میں اہتمام کرتے رہنا ان کے استحسان کی دلیل قوی ہے۔

عمارت بنانے اور انھیں مسجدیں بنانے کے متعلق کیا فرماتے ہیں، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر نا جائز بلکہ سخت ممنوع ہے تو کیا ان کا گرا دینا اور ان کے پاس نماز پڑھنے سے منع کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور اگر بقیع کی طرح کے مقبرے میں کوئی عمارت مستحقین کو اپنے جائز حق سے فائدہ اٹھانے میں مانع ہو تو کیا وہ مستحقین پر ظلم ہونے کے باعث واجب الانتقاع غصب ہے یا نہیں؟ اور جہاں ان قبروں سے جو تمسح کرتے ہیں، اور ان سے دعائیں مانگتے ہیں ذبیحوں اور نذوروں کے ذریعہ سے جویائے ثواب ہوتے اور ان پر چراغ جلاتے ہیں کیا یہ جائز ہیں یا نہیں؟ اور دعا وغیرہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی طرف جو توجہ کی جاتی ہے اس کا طواف کیا جاتا ہے اس کو بوسے دیئے جاتے ہیں تبرکاً اس پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور اس طرح مسجد شریف میں اذان واقامت کے مابین نماز فجر سے پہلے اور جمعہ کے دن جو ترحیم وتذکیر کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ مشروع ہیں یا نہیں بینوا وتوجروا۔

{الجواب/ جواب}

نقول و باللہ التوفیق اما البناء علی القبور فھو ممنوع اجماعا لصحة الاحادیث الواردة فی منعه ولھذا افتی کثیر من العلماء بوجوب ھدمه مستندین علی ذلک بحدیث علی رضی اللہ عنه انّه قال لابی الھیاج الا ابعثک علی ما بعثنی علیه رسول اللہّ صلی اللہّ علیه وسلم ان لا تدع مثالا الا طمسته ولا قبر مشرفا الا سویته رواہ مسلم واما اتحاذ القبور مساجد والصلوٰة فیھا فممنوع مطلقا وایقاد السرج علیھا ممنوع ایضا لحدیث ابن عباس لعن رسول اللہّ زأت القبور والمتخذین علیھا المساجد والسراج رواہ اھل السنن واما ما یفعله الجھال عند الضرائح من التمسح بھا والتقرب بھا بالذبح والنذر ودعأ اھلھا مع اللہّ فھو حرام ممنوع شرعا لا یجوز فعله اصلا واما التوجه الی حجرة النبی صلی اللہّ علیه وسلم عند الدعاء فلاولی منعه کما ھو معروف من معتبرات کتب المذھب وافضل الجھات جھة القبلة واماّ الطوف بھا والتمسح بھا وتقبیلھا فھو ممنوع مطلقا واما یفعل من التذکیر والترحیم والتسلیم فی الاوقات المذکورة فھو محدث ھذا ما وصل الیه فھمنا السقیم وفوق کل ذی علم علیم۔

۲۵/ رمضان ۱۳۴۴ھ

ترجمۂ جواب

ہم باستقامت توفیق الٰہی کہتے ہیں کہ قبروں پر عمارت بنانا اجماعاً ممنوع ہے کیونکہ اس کی ممانعت میں صحیح احادیث وارد ہیں یہی وجہ ہے کہ بہت سے علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ ان کو گرا دینا واجب ہے اور اس فتوے میں انھوں نے حضرت علی ÷ کی اس حدیث سے اسناد کیا ہے کہ آپ نے ابوالہیاج سے فرمایا کیا میں آپ کو اس کام کے لئے نہ بھیجوں جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا یعنی یہ کہ جہاں کہیں تمثال (مورت) نظر آئے اسے مٹا دو اور جہاں کہیں اٹھی ہوئی قبر نظر آئے اسے زمین سے برابر کر دو

رواہ مسلم قبروں پر مسجدیں بنانا اوران میں نماز پڑھنا مطلقا منع ہے اوران پر چراغ جلانا بھی ممنوع ہے۔ حضرت ابن عباس ؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان میں مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت کی ہے قبروں سے تمسح کرنا ذبیحوں اور نذروں کے ذریعہ سے قرب وثواب طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ اہل قبور سے بھی دعائیں مانگنا یہ سب باتیں شرعا حرام وممنوع ہیں اور قطعاً ایسے افعال جائز نہیں، دعا کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ کی طرف منہ کرنا بھی ایسا فعل ہے جس سے روکنا اولیٰ ہے جیسا کہ مذہب کی معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ قبلہ کی طرف منہ کرنا سب سے افضل ہے رہا حجرہ کا طواف کرنا اور اس سے تمسح کرنا اور اس پر بوسہ دینا تو وہ مطلقاً ممنوع ہے اور اوقات مذکورہ میں جو تذکیر وترحیم وتسلیم کی رسمیں ادا کی جاتی ہیں وہ سب بدعت ہیں ہماری ناقص سمجھ نے ہماری اس طرح رہنمائی کی ہے۔

{مستند ہدم قبور پر نظر}

اس فتویٰ میں علمائے مدینہ نے قبور گرانے کا متمسک ابوالہیاج کی روایت کو بتایا ہے کہ حضرت علیؑ نے ان سے فرمایا: **الا ابعثک علی ما بعثنی علیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان لا تدع تمثالا الّا طمستہ ولا قبرا مشرفا الّا سوّیتہ۔** لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ خبر عمارت قبور گرانے کی کسی طرح دلیل نہیں ہوسکتی چند وجہوں سے۔

(**پہلے**) یہ حدیث کفار کی قبروں کے متعلق ہے جن کے بقاء سے کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ نظر الٰہی میں ان کا کوئی عزت واحترام نہیں نہ قبور مقربان بارگاہ احدیت کیوں کہ ان کے بقا سے فوائد خداوند عالم کو مطلوب ہیں جن کا اجمالی تذکرہ سابقاً ہو چکا اور قرینہ اس کا اس خبر میں یہ ہے کہ دو چیزوں کے مٹانے کا ساتھ ساتھ حکم ہوا ہے ''تصویروں کو محو کردینا اور بلند قبروں کو برابر کردینا سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تصویروں کے محو کرنے اور قبروں کے برابر کرنے کا حکم ساتھ ساتھ کیوں دیا گیا ہے ان دونوں میں کون سا ایسا ربط ہے جو ایک ساتھ ذکر کرنے کا داعی ہو اہل بلاغت سے پوچھو کہ عطف میں ربط کی ضرورت ہے ایسی دو چیزیں جن میں کوئی ربط نہ ہو ان کا عطف مخل لطف بلاغت ہے پھر یہاں ان دونوں چیزوں کے ساتھ تذکرہ کے لئے ربط ڈھونڈھنے کی ضرورت ہے وہ اگر غور سے دیکھا جائے تو صحیح بخاری کی ورق گردانی کے بعد ملے گا۔ **باب بناء المسجد علی القبر**، میں مذکور ہے کہ حضرت کے سامنے بعض ازواج نے حبشہ کے ایک گرجا کا تذکرہ کیا کہ اس میں مورتیں رکھی ہوئی تھیں حضرت نے سر اُٹھایا اور فرمایا: **اولٓئک اذا مات منھم الرّجل الصّالح بنو اھلی قبرہ مسجدا ثم صوّروا فیہ تلک الصّور اولٓئک شرار الخلق عنداللّٰہ۔** معلوم ہوا کہ کفار کا طریقہ تھا کہ وہ قبروں پر عمارت بناتے تھے اوراس میں مورتیں قائم کرتے تھے اس کے بعد خبر ابن ابی الہیاج میں مورتوں کے محو کرنے اور عمارت قبور کے گرانے کا حکم ساتھ ساتھ دینا بتلاتا ہے اس کو کہ حکم انہی کفار کے قبور کے متعلق ہے۔

(دوسرے) خبر کے الفاظ دیکھو: **ولا قبرا مشرفا الّا سوّیته۔** جو قبر بلند ہو اس کو برابر کر دینا معلوم ہوتا ہے کہ خود قبر بلند ہو اس کے برابر کرنے کا حکم ہے نہ یہ کہ قبر تو زمین پر مسطح ہو مگر اس کے گرد کوئی عمارت ہو اس کو قبر مشرف نہیں کہہ سکتے۔ درحقیقت یہ ان قبور کے گرانے کا حکم تھا جو لاٹ کی صورت سے بلند ہوئی تھیں اور تسطیح قبور کی (کہ جو امامیہ اور شافعیہ کا مسلک ہے) دلیل ہے اسی وجہ سے جناب علامۂ محدث شیخ حر عاملی طاب ثراہ نے اس کو وسائل الشیعہ میں تسطیح قبر کے ذیل میں تسنیم کی رد کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اور اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ خبر اسی کو بتلاتی ہے اور اس کو عمارت قبور سے کوئی ربط ہی نہیں ہے۔

{قبروں پر مسجدیں بنانا}

دوسری بات اس فتویٰ میں یہ ہے کہ قبروں پر مسجدیں بنانا اور ان میں نماز پڑھنا ممنوع ہے اس کا جو کچھ بھی متمسک ہے وہ رسالت مآب کی حدیث: **لعن اللّٰہ الیھود والنّصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد۔** خدا لعنت کرے یہود و نصاریٰ پر کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنایا مگر یہ استدلال پادر ہوا ہے۔ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے قبور انبیاء کو محل سجدہ اور قبلہ قرار دے کے سجدہ کیا چنانچہ ملا محمد طاہر فتنی محدث مجمع البحار میں اس حدیث کی شرح لکھتے ہیں: **کانوا یجعلونھا قبلة یسجدون الیھا فی الصلوٰة کالوثن واما من اتخذ مسجدا فی جوار صالح او صلی فی مقبرة قاصلا بلا ستظھار بروحه او وصول اثر من اثار عبادته الیه لاالتوجه نحوه والتعظیم له فلا حرج فیه الا تری ان مرقد اسماعیل فی الحجر فی المسجد الحرام والصلوٰة فیه افضل۔** اور ظاہر ہے کہ سجدۂ عبادت غیر خدا کو وہ جتنا ہی جلیل المرتبہ ہو شرک ہے اور کوئی مسلمان اس کو تجویز نہیں کرتا لہٰذا اس کو کوئی ربط موضوع بحث سے نہیں ہے۔

دوسرا مطلب اس حدیث کا وہ ہے جو امام بخاری نے سمجھا ہے اور وہ یہ کہ حدیث کے معنی یہ ہیں کہ یہود و نصاریٰ نے مقابر انبیاء کو کھود کے ان کی جگہ پر مسجدیں بنا لیں ندامت اس پر ہے کہ انھوں نے انبیاء کی توہین کی چنانچہ صحیح بخاری میں یہ عبارت ہے: **ھل ینبش قبور مشرکی الجاھلیة ویتخذ مکانھا مساجد لقول النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلم لعن اللّٰہ الیھود اتحذوا قبور انبیائھم مساجد۔** مشرکین جاہلیت کی قبریں کھود کے ان کی جگہ پر مسجدیں بنائی جاسکتی ہیں اس واسطے کہ رسالتمآبؐ فرماتے ہیں: **لعنَ اللّٰہ الیھود ۔۔۔۔** الخ صاحب فتح الباری شرح میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال اس بات پر کہ مشرکین کے مقبرے کھود کے ان کی جگہ مسجد بنائی جاسکتی ہے یوں ہے کہ اس حدیث میں لعنت کی گئی ہے ان لوگوں پر جنھوں نے انبیاء کے مقبروں کو مسجد بنایا اور انبیاء کے ساتھ متبعین انبیاء یعنی صلحاء و مومنین بھی ملحق ہیں (لہٰذا ان کے بھر مقبروں کو کھود کے مسجد بنانا ناجائز ہے) لیکن کفار کے مقبروں کو مسجد بنایا جاسکتا ہے۔ دیکھو اگر اس حدیث کے معنی یہ نہ ہوں کہ انبیاء کے مقبرے کھود کے مسجد نہ بنانا چاہئے تو

اس کے مفہوم سے کبھی مقابر کفار کھود کے مسجد بنانے کا جواز نہیں ثابت ہوسکتا بلکہ ایک کو دوسرے سے کوئی ربط ہی نہ ہوگا اور امام بخاری کا کلام مہمل سا ہوجائے گا معلوم ہوا کہ مطلب اس حدیث شریف کا یہی ہے اب تو یہ حدیث گردن وہابیت کے لئے شمشیر براں ہے کیونکہ مقابر انبیاء کھودنے پر لعنت کی جارہی ہے اگرچہ وہ مسجد بنانے کے لئے کیوں نہ ہو اور رسولؐ اس کو توہین انبیاء قرار دے رہے ہیں تو اگر بغیر غرض مسجد کے انبیاء وائمہ وصلحاء کے مقبرے کھودے جائیں تو یہ بدرجۂ اولیٰ رسول کی لعنت میں داخل ہوگا۔ لکاتبہ ؎

لعن الا له ابن السعود وجنده
ومحی عساکره واردی تجده
فلقد محی الدين الحنيف وبدّه
واباد شرع المصطفیٰ وانده

اب رہا مقبرے میں نماز پڑھنا تو اس کی بھی منع تحریمی ثابت نہیں بلکہ جمہور علماء مکروہ تنزیہی ہونے کے قائل ہیں اور امام بخاری نے جواز پر استدلال یوں کیا ہے کہ جب حسن بن حضرت امام حسنؑ کی وفات ہوئی تو ان کی زوجہ (فاطمہ بنت الحسینؑ) نے ایک سال تک ان کی قبر پر قبّہ قائم رکھا پھر اٹھالیا شارحین نے وجہ استدلال یہ بیان کی ہے کہ جب سال بھر تک خیمہ وہیں رہا تو ظاہر یہ ہے کہ وہیں نماز بھی پڑھی جاتی تھی۔ اور اس کے علاوہ جیسا کہ محدث فتنی نے کہا ہے حجر اسود میں نماز کی فضیلت باوجودیکہ قبر اسماعیل وہیں ہے اس کی دلیل قوی ہے کہ قبر پر نماز حرام نہیں ہے۔ دوسرے مقام پر محدث فتنی مجمع البحار میں تحریر کرتے ہیں:

نهی عن الصّلوة فی المقبرة هی بضم الباء ويفتح موضع دفن الموتی وهذا الاختلاف ترابها بصديد الموتی ونجاساتهم فان صلی فی مكان طاهر صحت وكذا ان صلی فی الحمام فی مكان نظيف والنهی مختص بمقابر منبوشة للاختلاط المذكور۔

{قبور پر چراغ جلانا}

فتویٰ میں مذکور ہے کہ قبروں پر چراغ جلانا بھی منع ہے اور اس میں استناد کیا گیا ہے حضرت ابن عباس کی حدیث کی طرف کہ: **لعن رسول اللّٰہ زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج۔** غالباً اس حدیث سے تین امر ثابت کرنا مقصود ہیں ایک تو زیارت قبور کی حرمت لیکن سابقاً گذر چکا کہ یہ نہی منسوخ ہوچکی ہے دوسرے ان پر مسجد بنانے کی حرمت لیکن یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ اتخاذ مساجد سے مقصود یہ ہے کہ خود اس قبر کو قبلہ قرار دے تیسرے چراغ جلانے کا عدم جواز اس کے متعلق محدث فتنی لکھتے ہیں: **نهی عن الاسراج لا لة تضييع مال بلا نفع او احترازا عن تعظيم القبور كاتخاذها مساجد وان كان ثم مسجد او غيره ينتفع فيه للتلاوة والذكر فلاباس بالسراج فيه۔** معلوم ہوا کہ اگر قبر پر کوئی فائدہ اس کا مثلاً تلاوت قرآن میں ہوسکے تو چراغ جلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

{تمسّح قبور}

تمسّح قبور کا جواز بھی عمومات سے ثابت ہوسکتا ہے۔ دور حضرت خلیفۂ ثانی میں تمام اہل مدینہ کا جن میں صحابۂ کبار بھی داخل ہیں حضرت عباس کے ساتھ تمسّح کرنا اسدالغابہ میں بایں الفاظ موجود ہے: **لما سقی النّاس طفقوا یتمسّحون بالعباس ویقولون ھنیئا لک ساقی الحرمین۔** تعظیماً تمسّح کرنا تو اس خبر سے ثابت ہے اور جب قبر حضرت رسول بھی واجب الاحترام ہے تو اس کے ساتھ تعظیماً تمسّح کرنے کا جواز قابل انکار نہیں۔

{اہل قبور کے ساتھ توسّل}

علمائے مدینہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اہل قبور سے بھی دعا مانگنا یہ سب باتیں شرعاً حرام وممنوع ہیں۔ اہل قبور سے دعا مانگنے سے اگر یہ مقصود ہو کہ صاحب قبر کو حاجت براری میں کافی سمجھا جائے اور مستقلاً طلب اسی سے ہو تو یہ یقینا خلاف مذہب ہے اور کوئی مسلمان ایسا خیال کر کے دعا نہیں کرتا۔ درحقیقت دعا جو قبور پر کی جاتی ہے تو غرض اس سے یہ ہوتی ہے کہ اس صاحب قبر کو جو بارگاہ احدیت میں تقرب رکھتا ہے اپنی استجابت دعا کا وسیلۂ وذریعہ قرار دے اور ان کو واسطہ اپنے اور قاضی الحاجات کے درمیان میں قرار دے اور یہی توسّل واستشفاع ہے اور اس کا جواز قبور مقربین کے ساتھ سیرت صحابہ وتابعین سے ثابت ہے اس جگہ صرف قبر حضرت رسولؐ سے توسّل ودعا کے شواہد کا اجمالی تذکرہ نذر قرطاس ہے۔

(۱) سب سے پہلے حضرت عائشہ کا طلب باراں کے لئے قبر حضرت رسولؐ کو وسیلہ قرار دینا تمام کتب سیر میں مذکور ہے۔ مشہور تاریخی بہجۃ المحافل تصنیف عماد الدین عامری میں ہے: **انّ اھل المدینۃ قحطوا قحطا شدیدا فشکوا الی عائشۃ فقالت انظروا قبر النبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء حتی لایکون بینہ وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا شدیدا حتی بنت العشب واسمنت الابل۔**

(۲) شرح دلائل الخیرات میں ہے کہ: **روی عن افضل الصّدیقین ابی بکر الصدیق یجی عند قبر النبی فیقول یامحمد انّی توسل الیک۔** حضرت ابوبکر قبر رسول پر آ کے کہتے تھے یارسولؐ اللہ میں آپ کی طرف توسّل کرتا ہوں۔

(۳) فقیہ حافظ محدث ابن عبدالبر النمری القرطبی المالکی نے استیعاب فی اسماء الاصحاب میں لکھا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگ قحط میں مبتلا ہوئے ایک شخص قبر رسولؐ پر آیا اور عرض کیا: **یارسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا۔** اے رسولؐ خدا اپنی امت کے لئے طلب باراں کیجئے ورنہ ہلاک ہوجائیں گے۔

(۴) استیعاب میں ہے کہ بصرہ میں بنی عامر کے درمیان میں ایک کھیتی کے متعلق جھگڑا ہوا ابوموسیٰ اشعری کو حضرت عثمان نے ان کی جستجو کے لئے بھیجا جب ابوموسیٰ پہنچے تو بنی عامر نے یا آل عامر کہہ کے اپنی تمام قوم کو آواز دی اس آواز کے سنتے ہی نابغۂ جعدی اپنے گروہ سمیت نکلے ابوموسیٰ نے پوچھا تم کیوں آئے ہو نابغہ نے کہا میں نے اپنی

قوم سے فریاد کی آواز سنی ان کی نصرت کے لئے آیا تھا یہ سن کے ابوموسیٰ نے نابغہ کو کچھ کوڑے مار دیئے اس وقت نابغہ نے کچھ اشعار کہے جن میں سے دوشعر یہ بھی تھے ؎

فیا قبر النبی وصاحبیه
الا یا غوثنا لو تسمعونا
الا صلّی الهکم علیکم
ولا صلّی علی الامراء فینا

نابغۂ جعدی حضرت رسولؐ کے صحابہ میں سے ہیں اور ایسے صحابی کہ جن کے لئے رسولؐ نے دعائے خیر کی تھی ان کا قبر رسولؐ سے استغاثہ ثابت ہو گیا اس کے بعد اس معاملہ میں گنجائش انکار نہیں ہے۔

یہ تینوں مقام وہ تھے جن سے صحابۂ کبار کا استغاثۂ قبور معلوم ہوتا ہے اور سلف کے محدثین بھی استغاثۂ قبور کے منکر نہ تھے چنانچہ محدث شیخ عبدالحق دہلوی جذب القلوب میں لکھتے ہیں ''در نیل مطالب وفوائد غرائب کہ نزد استغاثہ وطلب از مرقد منور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم محتاجان ومسکینان را روے نمودہ است اخبار وآثار آمدہ۔'' اور علامہ شمس الدین جزری حصن حصین میں لکھتے ہیں :ان لم یجب الدعاء عند النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ففی ای موضع یستجاب۔ اگر دعا حضرت رسولؐ کی قبر نہ قبول ہو تو پھر کس جگہ قبول ہوگی۔

{حجرۂ نبیؐ کی طرف توجّہ}

فتویٰ میں مذکور ہے کہ دعا کے وقت نبیؐ کے حجرے کی طرف منہ بھی نہ کرنا چاہئے کیونکہ قبلہ کی طرف رخ کرنا سب سے افضل ہے۔ یہ قبر نبیؐ کی ناقدرشناسی اور اس بقعہ مبارکہ کے شرف سے جہالت ہے ورنہ علمائے حدیث نے تصریح کی ہے کہ قبر نبیؐ کعبہ سے شرف میں افضل ہے۔ انسان العیون میں علی بن برہان الدین شافعی محدث لکھتے ہیں: **قام الاجماع علی انّ هذا الموضع الّذی ضمّ اعضا به الشریفة صلّی اللّٰه علیه وسلم افضل بقاع الارض حتی موضع الکعبة المشرفة قال بعضهم وافضل من بقاع السّماء ایضا حتی من العرش۔**

{حجرہ وقبرِ نبیؐ کا بوسہ}

تقبیل قبر کا جواز فرمان رسولؐ سے ثابت ہے فتاویٰ عالمگیری ومطالب المومنین وخزانۃ الروایہ میں ہے کہ ایک شخص خدمت رسولؐ میں حاضر ہوا اور عرض کی میں نے قسم کھائی ہے کہ دروازۂ جنت کی چوکھٹ اور حورعین کی پیشانی پر بوسہ دوں گا حضرت نے حکم دیا کہ ماں کے پاؤں اور باپ کی پیشانی پر بوسہ دے کے اس سے عرض کیا یارسولؐ اللہ اگر ابوین زندہ نہ ہوں، فرمایا قبر کا دونوں کے بوسہ لے لے۔ والدین کی قبر پر بوسہ کا جائز ہونا اس حدیث رسولؐ سے ثابت ہو گیا اور رسولؐ کا حق والدین کے حق سے زیادہ ہے اس لئے کہ ابوین جسمانی تربیت کے متکفل ہوتے ہیں اور مرسلِ روحانی تربیت کرتا ہے اور روح جسم سے افضل ہے لہٰذا مربی روح کا حق مربی جسم سے زیادہ ہے جب والدین کی قبر کا بوسہ جائز ہے تو رسول کی قبر کی تقبیل بدرجۂ اولیٰ جائز ہے اور قبر کے ذریعہ سے اس حُجرہ میں بھی شرف پیدا ہوگا کہ جو قبور پر محیط ہے۔ مرتبہ شناسان رسول تو

قبر رسول کی وجہ سے تمام مدینہ کی خاص تعظیم کرتے تھے۔ اتحاف النبلاء میں مولوی صدیق حسن خان قنوجی امام مالک کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: ''باوجود ضعف وکبرسن در مدینہ سوار نمی شود می گفت لا ارکب فی مدینۃ فیھا جثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدفونۃ۔'' سبحان اللہ ائمۂ علم تو مدینہ رسول میں سوار نہ ہوں اس خیال سے کہ اس زمین میں رسول مدفون ہیں اور اہل نجد خاص اس قبہ پر جس میں رسول محو آرام ہیں گولہ باری کریں۔ الحمدللہ کہ ہم نے اجمالی طور سے اس فتویٰ مردود کی حقیقت کو ظاہر کردیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ ان نجدیوں کے عقائد وافعال بالکل خلاف شریعت وسنت رسول وکتاب ہیں۔

{نجدیوں کے عقائد کا کچا چٹھا}

اب ذرا یہ ملاحظہ ہو کہ سابقین علمائے اہلسنتؒ کی نظروں میں ان نجدیوں کے افعال واعتقادات کی کیا حیثیت تھی اور وہ ان وہابیہ کو کیسا سمجھتے تھے۔ غایۃ المرام میں ملا حیدر علی مصنف منتہی الکلام کی تحریر ہے وہ لکھتے ہیں: ''واعظین نحلت وہابیہ بالیقین قدم از دائرۂ سنت وجماعت بیرون نہادند ودادِ اعتزال ورفض وخروج دادند ولنعم ما قیل۔

واعظ شہر کہ مردم ملکش میخوانند
قول او باہمیں سراست کہ او آدم نیست

وبحمد اللہ کہ ہنوز در مذہب حق چنیں علماء ہستند کہ باحقاق حق می پردازند۔''

{نجدیوں کی بداعمالی}

نجدیوں کی بداعمالی کی یہ حد ہے کہ تیرہ سو برس پہلے ہمارے رسول آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے افعال کی خبر دے چکے تھے اور متعدد مواقع پر بتایا ہے کہ نجد سے فتنہ اور فساد برپا ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے:

عن ابن عمر انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنۃ ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ مشرق کی طرف منھ کئے ہوئے بیٹھے تھے کہ فرمایا دیکھو فتنہ ادھر سے برپا ہوگا جہاں سے قرن شیطان ظاہر ہوگا۔

اور اس قرن شیطان ظاہر ہونے کی جگہ کو دوسری حدیث میں بتایا گیا ہے:

عن ابن عمر قال ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اللھم بارک لنا فی شامنا اللّٰھم بارک لنا فی یمننا قالوا فی نجدنا قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا اللّٰھم بارک لنا فی یمننا قالوا فینا رسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ حضرتؐ نے دعا کی بار الٰہا ہمارے شام میں برکت عطا فرما اور ہمارے یمن میں برکت دے لوگوں نے کہا اور ہمارے نجد میں بھی ارشاد ہو پھر حضرت نے فرمایا تو یہی کہ ہمارے شام ویمن میں برکت عطا فرما پھر لوگوں نے عرض کی اور ہمارے نجد میں بھی غالباً تیسری مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ نہیں وہاں تو زلزلے آئیں گے۔

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔صفحہ ۳۵ پر)

سے چھلک رہا تھا اور جب کسی مسئلہ میں کوئی اختلاف پیدا ہوتا تھا تو خط کے ذریعہ فوراً امام سے پوچھ لیا جاتا تھا۔

آپ نے اپنے ایک خط میں بابویہ قمی کو لکھا تھا :

''تم صبر اور انتظار فرج کرتے رہو اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت کا بہترین عمل انتظار فرج ہے۔ ہمارے شیعہ رنج و غم میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ میرا فرزند ظہور کرے جس کی بشارت پیغمبر اکرمؐ نے دی ہے۔ وہ ظہور کے بعد ظلم و جور سے بھری ہوئی دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ اے میرے شیخ! اے ابوالحسن میرے تمام شیعوں کو صبر اور بردباری کی تلقین کرو۔ زمین خدا کی ملکیت ہے۔ وہ جسے چاہے عطا کرے اور عاقبت متقین کا حصہ ہے۔ تم پر اور تمام شیعوں پر خدا کی رحمت و برکت نازل ہو۔ محمدؐ اور ان کے اہلبیتؑ پر خدا کا درود وسلام۔''

۞۞۞

(بقیہ۔۔۔حیات امام حسن عسکریؑ ہمارے لئے نمونۂ عمل)

مصیبتوں کا خیر مقدم کیا۔ جوانی کی بہترین گھڑیاں زندان کے نذر کر دیں۔ کل ۲۸ یا ۲۹ برس تک دنیا میں رہے۔ بھرپور جوانی میں جام زہر قبول کر لیا۔ لیکن ظالم و جابر و بدکردار حکومت کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا۔

میں اپنی قوم کے نوجوان بھائیوں سے یہ ضرور گذارش کروں گا کہ وہ سیرت عسکریؑ سے سبق لیں۔ دنیا دارِ حرب ہو رہی ہے، ہر طرف آگ لگی ہے، مظلوموں، یتیموں، بیواؤں اور سوگواروں کی آہ و فغاں اور گریہ وزاری سے دھرتی کا کلیجہ پھٹ رہا ہے۔ لہٰذا یہاں عسکری ہی بن کر نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ باطل کے جارحانہ حملوں کے دفاع کی ضرورت ہے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پاک و پاکیزہ مشن تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ اسلام کے ظاہری اور باطنی دشمن اپنی چالیں چل رہے ہیں۔ اس وقت ہمارے ائمہ کرام سامنے موجود نہیں ہیں لیکن ان کی سیرت طیبہ اور روشن کارنامے آج بھی زندہ ہیں ہم کو اس سے سبق حاصل کر کے حق وصداقت، آزادی و خودداری کے لئے ہر قسم کے ایثار و قربانی پر تیار ہونا چاہئے اور ہماری کامیابی بھی اس میں ہے کہ ہم حق کے لئے ہمیشہ مظلوم ثابت ہوں ظالم کبھی بھی ثابت نہ ہوں۔

۞۞۞

(بقیہ البیت المعمور فی عمارۃ القبور۔۔۔)

اور فتنے برپا ہوں گے اور اس جگہ سے قرن (غلبہ) شیطان ظاہر ہوگا۔

یہ ناراضگی کی حد ہے کہ حضرت رسولؐ ان کو دعائے رحمت میں داخل کرنا نہ چاہتے تھے۔ رسالت مآبؐ کے قول کی تصدیق آج تیرہ سو برس کے بعد ہو رہی ہے۔ یہ ہمارے رسول کریم کا اعجاز ہے اللّٰھم صلّی علی محمّد و آل محمد۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون مسلمان اس حدیث کو دیکھ کے پھر بھی نجدیوں کی حمایت کا دم بھر سکتا ہے۔ یہ حدیث اس ابن سعود کی سیہ کاری اور شقاوت ثابت کرنے میں کافی ہے۔ و للہ الحجۃ البالغہ۔

ناچیز: علی نقی النقوی عفی عنہ

۞۞۞